# وحید الحسن ہاشمی کی غزل کا دینی آہنگ

جعفر علی، لیکچرر، گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور

**Abstract**

Under the influence of the Persian literature, religious topics found their expression in Urdu Ghazal in almost every era. It is the hallmark of Ghazal that it has been even consisting of political,social,and economic topics. Waheed-ul-Hassan Hashmi a Ghazalian poet of the present time,also penned down the these topics. He preached religion through Naat,manqbat, Salam,Marsia(Elegy),Nohay and Ghazal. He has taught the lesson of embellishing/enhancing human moral aspects through Ghazal.The pviot of his poetry has been the incident of Karbla.That is why every ideology of him is originated from the Karbla incident. He was the banner holder of the inter-communal unity of the muslim. Since the entire hustle and bustle in this world is because of death,that is why the mention of mortality and transience is found in his poetry in abundance.

غزل کے بارے میں یہ تاثر عام پایا جاتا ہے کہ اس میں محبوب کا حسن و جمال، ہجر و وصال، عاشق کی قلبی واردات اور ظالم سماج کا منفی رویہ، راتیں باتیں اور ملاقاتیں وغیرہ ان سب کا ذکر ہوتا ہے جسے پڑھ کر انسان کے دل کو تسکین ملتی ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ غزل اپنے موضوعات کے لحاظ سے متنوع افکار و خیالات کا مرقع ہے۔ ہئیت اور عمر کے لحاظ سے غزل تمام اصناف ادب کی دادی اماں ہے۔ اُردو ادب میں ہیئتی اعتبار سے بہت سی اصنافِ ادب نے مختلف ادوار میں راج کیا ہے لیکن ان میں سے بیشتر اصناف اب دم توڑ چکی ہیں۔ صرف غزل کو یہ افتخار حاصل ہے کہ شروع سے لے کر لمحہ موجود تک یہ اسی طرح قائم و دائم ہے اور ہر شاعر نے خواہ وہ کیسے ہی انداز اور مزاج کا مالک ہو اس نے غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔

غزل میں موضوعات و خیالات کی پابندی نہیں ہے اس کا ہر شعر ایک الگ تھلگ فلسفہ زندگی پیش کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے دونوں جذباتی پہلو یعنی عشق حقیقی اور عشق مجازی کا ذکر ایک خاص انداز سے اس میں موجود ہوتا ہے بلکہ ان موضوعات کے بیان کے لئے غزل سے بڑھ کر اور کوئی صنف ادب موزوں نہیں ملتی۔ غزل موضوعاتی سمندر کو اپنے کوزے کے اندر بند کر لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

دین ایک وسیع اور لا محدود موضوع ہے۔ اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق ان چند روحانی اور مذہبی

ہستیوں سے ہوتا ہے جن کا ایک عام انسانی ذہن احاطہ نہیں کر سکتا۔ دنیا میں دین اسلام کے علاوہ اور بھی بہت سے ادیانِ عالم کے عقیدت مند موجود ہیں۔ ان ادیان کے اِرادت مند اپنے اپنے انداز میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی تبلیغ کرتے ہیں اردو ادب کے سوتے دین اسلام ہی سے پھوٹتے ہیں اس کے ابتدائی نمونے خواہ نثری ہوں یا شعری ان کا مآخذ دین اسلام ہے ہر دور کے شاعر اور ادیب نے اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق نظم و نثر میں اس کی تبلیغ کی ہے۔

وحیدالحسن ہاشمی نے دینی ادب کی ترویج کے لئے جہاں دینی اصناف مثلاً نعت، منقبت، سلام مرثیہ اور نوحے میں طبع آزمائی کی ہے وہاں آپ نے اپنی غزل کو بھی عامیانہ موضوعات کی بھینٹ چڑھانے سے بچائے رکھا۔ کسی بھی عمارت کی بنیاد جتنی مضبوط ہو گی اس عمارت کی پائیداری بھی اتنی ہی زیادہ ہو گی۔ وحیدالحسن ہاشمی کی زندگی کی بنیاد دین اسلام پر تھی میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بچپن ہی سے اپنے والد بزرگوار جناب محبوب الحسن ہاشمی کے ساتھ دینی محافل میں شرکت کرتے تھے اور ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شروع شروع میں محافل مسالمہ میں آپ اپنے والد کا کلام مترنم انداز میں پیش کرتے تھے اور داد وصول کرتے تھے اس طرح ان مقدس محافل کے اثرات آپ کی طبیعت اور مزاج میں نقش ہو گئے اور جلد ہی آپ اپنا کلام پڑھنے لگے۔

وحیدالحسن ہاشمی کی غزلوں کا مجموعہ ''شعراب'' زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے جس میں آپ کی ۲۷غزلیں شامل ہیں۔ یہ غزلیں متنوع موضوعات پر مبنی ہیں۔ صد افسوس کہ آپ کا یہ شعری مجموعہ ناقدین ادب کی آرا اور توجہ کا مرکز بہت کم بنا ہے۔ اس کے بارے میں ناقدین نے بہت کم رائے زنی کی ہے۔ آپ کی نعت، منقبت، سلام، مرثیہ اور نوحے کے بارے میں تو نقادوں نے بہت کچھ لکھا ہے مگر غزل کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ وحیدالحسن ہاشمی کی توجہ اپنے غزلیاتی اثاثے میں بھی دین پر مرکوز رہی ہے۔

دین اسلام انسان کو انسانیت کا درس دیتا ہے اور زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کا سبق سکھاتا ہے۔ کسی بھی انسان کا اخلاق ہی اس کی اصلی شخصیت ہے۔ انسان اپنے اخلاق کا خود دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں ایسے اخلاق کا مالک ہوں بلکہ دوسرے انسان اس میں اس کے اخلاقی پہلوؤں کو دیکھ کر اس کی درجہ بندی کر لیتے ہیں کہ یہ شخص اخلاق کے فلاں درجے پر فائز ہے۔ زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کو اُجاگر کرنا دراصل دین کو اجاگر کے مترادف ہے۔ وحیدالحسن ہاشمی خود بھی مہذب اخلاق و کردار کے مالک تھے اور دوسروں کو بھی معاشرے کا مہذب فرد بنانا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنے کلام میں کئی مقام پر انسانوں کو اخلاقی درس اس طرح دیا ہے۔

قدر کرو ان خاک بسر دیوانوں کی
لوحِ وفا کے یہ دو چار حوالے ہیں

درسِ اتحادِ دل دوسروں کو دو لیکن
پہلے اپنے دل کے خود فاصلے تو کم کر لو

اس سے بڑھ کے اور کیا ہو گی ذلتِ بشر
آج آدمی کو ہے آسرا گناہوں کا

دل کو نشاطِ درد کا خوگر بنا کے دیکھ
دُنیا بھی مسکرائے گی تو مسکرا کے دیکھ[۱]

انسان کے باہمی تعاون، رہن سہن، بول چال، اٹھنا بیٹھنا اور عقائد و میلانات کا نام معاشرہ ہے۔ انسان اور معاشرہ

ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں یہ طے شدہ بات ہے کہ جہاں ایک سے زیادہ لوگ رہتے ہوں وہاں کسی بھی قسم کی کشمکش جنم لے سکتی ہے۔عائلی زندگی کے جتنے فوائد ہیں وہاں اتنے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی ناموری اوردوسروں سے آگے بڑھنے کے لئے ہمیشہ انہیں زیرکرنے کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔اس ناموری اورشہرت کی ہوس میں تو وہ بعض اوقات تخریبی عوامل کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ان معاشرتی تخریبی عوامل کی روک تھام کے لئے انسان کواپنے دین سے رہنمائی ملتی ہے۔دین جہاں انسان کے اخلاقی پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے اور پھران کی اصلاح کرتا ہے وہاں اجتماعی زندگی کوبھی سکون دیتا ہے۔جب معاشرے میں ناانصافی ،قتل وغارت،اورتفرقہ بازی جیسی سرگرمیاں عروج پکڑ جائیں تو علمائے دین اورعلمائے ادب کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ایسے گھمبیر حالات و واقعات میں لوگ دین کا سہارا لے کراس آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔وحیدالحسن ہاشمی ایسے تمام معاشرتی تخریبی پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے ہیں آپ نے وقتاً فوقتاً ان کی نشاندہی کی ہے اورتمام امتِ مسلمہ کو یہ درس دیا کہ اگر وہ دینِ حق کی سر بلندی چاہتے ہیں تو انہیں ایسی تخریبی سرگرمیوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔غزل میں وعظ ونصیحت کے ایسے موضوعات کی بھرمارنہیں کی جاسکتی مگرآپ نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کی بنا پراپنے کلام میں ایسے موضوعات کوموثرانداز میں پیش کیا ہے چندامثال ملاحظہ ہوں:

جو چادرکو دے کے تحفظ جیتے ہیں
ہار گئے وہ ٹی وی کی عریانی سے
سوکھے پھول برہنہ شاخیں کہتی ہیں
پیڑ گرا ہے میٹھے زہر کے پانی سے
جس بچے نے دودھ ہی پینا چھوڑ دیا
کون جلائے گا اب اس کو پانی سے
اس بستی میں کیسے ہوانصاف جہاں
اپنا حق وہ مانگے جوحق دارنہیں
کیا پیاس کا شکوہ ہو کہ اس دور میں ہرشخص
پانی کی جگہ زہر پلانے کے لئے ہے
طرف دارِگلشن ہیں صیادوگل چیں
مگرلوٹ لیتے ہیں یہ گھات کر کے[۲]

انسان کوزندگی میں بہت سی شخصیات سے واسطہ پڑتا ہے جن سے وہ بلواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہوتا ہےاسی طرح کبھی نہ کبھی اورکہیں نہ کہیں کئی تاریخی واقعات بھی انسانی زندگی کا رُخ بدل دیتے ہیں۔ان تاریخی واقعات کے اثرات ساری زندگی اس پر قائم رہتے ہیں۔تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا نے وہ دوررس اثرات چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک قائم ودائم رہیں گے۔واقعہ کربلا نے اسلام اورانسان دونوں کونئی زندگی بخشی ہے۔اگرتاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہ ہوتا تو شائدآج ہم کسی اورطرح کے اسلام کے عقیدت مند ہوتے۔وحیدالحسن ہاشمی کے دل اور ذہنِ رسا پر سانحہ کربلا نے بڑے اثرات مرتسم کیے ہیں۔آپ اپنے اورمعاشرے کے ہرغم

اور دکھ درد کا حل واقعہ کربلا سے تلاش کرتے ہیں۔اسی تگ ودو میں وہ زندگی میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔جب آپ اس واقعہ کو اپنے کلام کی زینت بناتے ہیں تو تخلیقی لہجے میں نمایاں تبدیلی آ جاتی ہے۔ایک نیا جوش و جذبہ اور للکار و پکار اور آگے بڑھنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔آپ کربلائی واقعات کو صرف واقعاتی نوعیت کا بیان نہیں کرتے بلکہ اس سے نئی زندگی کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

کام وہ جو کریں مکتبِ عشق میں
بات وہ جو کہیں دار پر دوستو
یہ ستارے قتیلِ رہِ عشق ہیں
روشنی دیں گے نیزوں پہ سر دوستو
ہر سو مطالبے کیلئے کٹ رہے ہیں سر
یہ رسم کربلا سے چلی عام ہو گئی
کہاں سے لائے وہ بچی سکوں یتیمی میں
جو اپنے باپ کے سینے پہ سونے والی ہو
گوشہ صحرا میں ہوں لیکن ہے اتنا اختیار
اک نئی دنیا بنا سکتا ہوں ویرانے سے میں
آوازۂ حق کہیں رُکا ہے
نیزے پہ بھی چڑھ کے بولتا ہوں
احساس کے زوال کی تحریر کیا پڑھوں
انسان تشنہ لب ہے زمانہ فرات ہے
شہیدانِ الفت کے سوکھے گلوں پر
ابھی تک صدائے وفا آ رہی ہے
انسان کے لہو کی یہ آواز بھی سنو
حرف آئے زندگی پہ تو مرنا حیات ہے
خونِ انساں بہایا جاتا ہے
یہ مرا شہر کربلا تو نہیں
فرش کے بوسے لیے ہیں اعتبارِ عرش نے
جس سے اس دُنیا میں جلتی ریت پر سجدہ ہوا[۳]

وحید الحسن ہاشمی کی زندگی اور غزل کا مرکز و محور واقعہ کربلا ہے۔آپ کی شاعری کا مزاج کربلائی ہے۔اس لئے آپ کی شاعری میں زندگی کی حقیقتوں کو بیان کیا گیا ہے۔جس شاعر کی غزل کربلا کے راستے سے چل کر آئی ہو تو اس کے خیالات وافکار میں عامیانہ پن اور ابتذال نہیں آ سکتا۔اس کی زبان میں شائستگی اور احساس میں متانت ہو گی۔آپ کی غزل میں اعتدال اور

شرافت کا عنصر بدرجہ غایت موجود ہے۔علامات واستعارات کا استعمال ضرور ہے لیکن اسی جگہ پر آپ کی شاعرانہ فنکاری کا پتہ چلتا ہے اس سلسلے میں عاصی کرنالی لکھتے ہیں:

> ''وہ (وحید الحسن ہاشمی) اپنی غزل میں کربلا کی علامت اور استعارہ برتتے ہیں وہاں سے اصطلاحاتِ لفظی لاتے ہیں وہاں کی واقعیت اور اس کے تلازماتی سازو سامان سے غزل کو آراستہ کرتے ہیں۔کربلا شعور کو جو ایک خاص زاویہ نظر اور نقطہ نظر اور نگاہ نظر بخشتی ہے اُسے وہ غزل کے وسیلے سے عام کرتے ہیں۔اس لئے ایسے شعرا کی غزل عام شعرا کے سرمایہ غزل سے قطعاً مختلف شے ہے۔''[۴]

اس دنیوی زندگی کی ساری رونقیں موت کی وجہ سے باقی ہیں۔اگر اس عالم میں فنا کا عمل نہ ہوتا تو اس دنیا میں جینا محال ہو جاتا۔موت کے ڈر کی وجہ سے انسان اپنی زندگی میں بہت سے اخلاقِ رذیلہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بشر موت کے سامنے بے بس ہے۔یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ حتی المقدور موت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر بچ نہیں پاتا۔ اسی طرح انسان دوزخ سے بچ سکتا ہے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔قرآن نے انسان کو موت کا ذکر کر کے ڈرانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ دنیوی اور اخروی زندگی میں نجات حاصل کر سکے۔موت کے ذکر سے ہی تو انسان کے اندر نیا احساس اور اپنی دینی اور دنیوی ذمہ داریاں پوری کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔خوشی اور غم انسانی زندگی میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔انسان جتنی بھی کٹھن زندگی گزار رہا ہو اسے موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔وحید الحسن ہاشمی کے کلام میں موت کی تمنا نہیں ہے بلکہ اس کو ایک حقیقت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اس دنیا میں باعزت موت کی گھاٹ اُتر گئے۔

اک خواہشِ مرگِ باشرف میں
میں کتنے کفن بدل چکا ہوں

اک سنگ قضا آئینہ خانے کے لئے ہے
آیا ہے جو دُنیا میں وہ جانے کے لئے ہے

کتنی حشر آثار یہ دل کی بستی ہے
زیست ہے مہنگی موت بہت ہی سستی ہے

مر جائیں گے لوگ بڑی آسانی سے
آگ نے رشتہ جوڑ لیا ہے پانی سے

مداوائے غم کی ہر اک جستجو　　رہینِ اجل ہے تو آئے اجل[۵]

وحید الحسن ہاشمی نے پاکستان کا مارشل لا کا دور دیکھا ہے۔اس دور کے جبر کے خلاف آوازۂ حق بلند کیا قابضینِ اقتدار کی منافقانہ چالبازیوں کو واشگاف کیا اور حاکمانِ وقت کے دوہرے چہروں کا ہر رخ لوگوں کے سامنے رکھا۔مارشل لا کے دور میں ایسا کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔جب آپ نے کلمہ حق بلند کیا تو عوام آپ کے ہم کلام ہو گئی۔آپ نے ملی اور قومی نظمیں لکھیں جن کو بہت زیادہ پزیرائی ملی۔آپ نے عوام کو جہاں حکومت کے ان ناپاک عزائم سے آگاہ کیا وہاں ملی اتحاد کا بھی درس دیا۔دین اسلام افراط و تفریط کی بجائے میانہ روی کا درس دیتا ہے یہ نہیں چاہتا کہ اس پیروکار امیر امیر تر اور غریب غریب تر بن جائیں۔

دین محمدی وڈیرہ پن کے تصور کے خلاف ہے تمام مسلمان برابر کی نوعیت کے ہیں صرف اور صرف متقی لوگوں کو برتری حاصل ہے۔ جب انسان دین سے دوری اختیار کر لیتے ہیں اور بدعملی اور لا دینی عروج پکڑ لیتی ہے تو رہبروں کی جگہ رہزنوں کو مل جایا کرتی ہے۔ان حالات میں معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ادبا اور شعرا کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس معاشرتی تضادات کو واشگاف کریں تاکہ لوگوں میں اپنے حقوق کی پاسداری کا شعور پیدا ہو۔وحید الحسن ہاشمی نے اپنی اس ذمہ داری کو غزل کے پیرائے میں بطریقِ احسن پورا کیا۔مثال ملاحظہ ہوں:

اس نگری کے اب دستور نرالے ہیں
پانی مانگو حاضر زہر کے پیالے ہیں

امن پرستو! امن کہاں سے لاؤ گے
لوگوں نے گھر گھر میں قاتل پالے ہیں

نفرت کے ماحول نے سب کو پالا تھا
محفل میں جو شخص تھا دل کا کالا تھا

اک مدت کے بعد یہ عقدہ فاش ہوا
گھر کا قاتل گھر کا خود رکھوالا تھا

ہائے یہ دور کہ قاتل کی مذمت تو ہے عام
نام قاتل کا بتاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

اس دور ترقی کا ادنیٰ سا نمونہ ہے
اندھوں کی قیادت میں ہیں اہل نظر کتنے

سفینہ حیات کا یہ فیصلہ تو دیکھئے
غریب غرق ہو گئے امیر پار ہو گئے

ہم جی رہے ہیں ایسی فضاؤں میں اب جہاں
کہنے کو دن ہے آنکھ جو کھولو تو رات ہے[۶]

انسان کی یہ زندگی عارضی زندگی ہے اس زندگی کو دوام حاصل نہیں یہ چار دن کی مہمان ہے جس کے دو دن آرزو اور دو دن انتظار میں کٹ جاتے ہیں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس دُنیا میں مہمان سمجھے۔اس مختصر زندگی میں انسان کو خوشیوں کا چناؤ کرنا چاہیے۔لیکن ان خوشیوں کا دائرہ کار اسلام کے مطابق ہونا چاہیئے۔اسلام کوئی دقیانوسی قسم کا دین نہیں ہے کہ آپ زندگی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے احکامات کے مطابق انسان کو باقاعدہ زندگی کے روشن پہلوؤں سے محظوظ ہونے کا حق حاصل ہے اور ہمارا دین ہمیں اس کی باقاعدہ اجازت دیتا ہے۔وحید الحسن ہاشمی بھی زندگی میں مسرتیں اور مسکراہٹیں بکھیرتے ہیں خوش و خرم زندگی بسر کرنے والا انسان ہی دوسروں کو خوش دیکھنا چاہتا ہے۔غم سے نڈھال انسان کو ہر فرد غم زدہ ہی دکھائی دیتا ہے آپ نے زندگی بھر خوشیاں بکھیریں اور خوش رہنے کا درس دیا۔

آؤ تسکین غم کچھ تو ہو دوستو
زندگی کو ہنساؤ ہنسو دوستو
جاگنا ہے نمودِ سحر تک مجھے
رات بھیگی ہے تم سو رہو دوستو
دل کو نشاط درد کا خوگر بنا کے دیکھ
دینا بھی مسکرائے گی تو مسکرا کے دیکھ
دُنیا میں بس دل ہی ایسا گھر ہے جسے
روز بنانا روز مٹانا پڑتا ہے ۷

دینی معلومات سے ہر کہ و مہ قاری کو واسطہ پڑتا ہے۔اس لئے دینی ادب کے لئے نہایت سادہ اور سہل زبان کا چناؤ کیا جاتا ہے۔وحید الحسن ہاشمی بذاتِ خود اہلِ زبان تھے آپ نے دینی پیچیدہ موضوعات کو انتہائی سادہ الفاظ میں پیش کیا ہے۔آپ کی غزل میں محبوب کی منتشر اور بکھری ہوئی زلفِ رسا کے ساتھ ساتھ اس کے غمزہ وعشوہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔لیکن جب آپ دینی خیالات کو غزل کے پیرائے میں ڈھالتے ہیں تو آپ کے لب ولہجہ اور اندازِ بیان میں یکسر تبدیلی آ جاتی ہے۔آپ کی غزل میں محبت کا ایک فطری جذبہ موجود ہے یہ محبت خدا سے بھی ہے اور ایک گوشت پوست کے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان سے بھی ہے۔آپ دیگر اصنافِ ادب کی طرح غزل میں بھی ایک مصلح کی طرح جلوہ گر ہوئے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نصیحت کرنے والا انسان ادب، معاشرہ اور گھر میں اچھا نہیں لگتا مگر آپ کی نوعیت کچھ اور طرح کی ہے۔آپ نے جس طرح اپنی زندگی کو دینی احکامات کی ترویج کے لئے وقف کر دیا تھا اسی طرح غزل سے بھی آپ نے یہی کام لیا ہے یہی تو آپ کا کمال فن اور سرمایہ ہنر ہے کہ پیچیدہ بات بھی اس طریقے سے کر جاتے ہیں کہ قاری پہلی نظر میں جان نہیں پاتا۔آپ موقع محل کی مناسبت سے بات کرنے کے ڈھنگ سے بخوبی واقف تھے اور یہی آپ کا اندازِ غزل میں دکھائی دیتا ہے۔آپ کے مشہور مجموعہ کلام ''شعراب'' کی غزلوں میں کئی مقام پر مذہبی واقعات اور دینی تعلیمات پرتو فگن ہیں۔

## حواشی:

۱۔ وحید الحسن ہاشمی، شعراب، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص: ۴۴۔۴۵، ۴۷، ۷۹
۲۔ ایضاً، ص: ۲۰۷
۳۔ ایضاً، ص: ۴۲، ۸۲، ۹۶، ۱۰۷
۴۔ عاصی کرنالی، وحیدِ عصر، لاہور: الحبیب پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۰۷
۵۔ وحید الحسن ہاشمی، شعراب، ص: ۳۷، ۱۳۱
۶۔ ایضاً، ص: ۳۳، ۵۹، ۸۹
۷۔ ایضاً، ص: ۱۱۰